رسائل و مسائل

اسلامی ریاست میں شاتمِ رسولؐ ذمّی کی پوزیشن

سوال: راقم الحروف نے پچھلے دنوں آپ کی تصنیف "الجہاد فی الاسلام" کا مطالعہ کیا۔ "اسلام کا قانونِ صلح و جنگ" کے باب میں صفحہ ۲۴۱ ضمن (۶) میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"ذمی خواہ کیسے ہی جرم کا ارتکاب کرے اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا۔ حتیٰ کہ جزیہ بند کر دینا، مسلمان کو قتل کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا یا کسی مسلمان عورت کی آبروریزی کرنا، اس کے حق میں ناقضِ ذمہ نہیں ہے۔ البتہ صرف دو صورتیں ایسی ہیں کہ جن میں عقدِ ذمہ باقی نہیں رہتا: ایک یہ کہ وہ دارالاسلام سے نکلے اور دشمنوں سے جا ملے، دوسرے یہ کہ حکومتِ اسلامیہ کے خلاف علانیہ بغاوت کر کے فتنہ و فساد برپا کرے۔"

فدوی کو اس امر سے اختلاف ہے اور میں اسے قرآن و سنت کے مطابق نہیں سمجھتا۔ میری تحقیق یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا اور دوسرے امور جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے ان سے ذمی کا عقدِ ذمہ ٹوٹ جاتا ہے۔ آپ نے اپنی رائے کی تائید میں فتح القدیر جلد ۴ اور بدائع ص ۱۱۳ کا حوالہ دیا ہے

بقیہ: "پاکستان اور امریکی دستور"

موجود تھا مگر اب تو وہ جنون بنتا جا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ غیر مستید اضطراب کل کلاں کوئی غلط صورت اختیار کرے، قوم کی نبضوں پر ہاتھ دھر کر یہاں کے سیاسی اؤں کو بروقت تشخیص کر لینی چاہیے اور مستقبل کے دستوری نظام میں عوام کو جمہوری حقوق دے کر ان کے تحفظ کی ضمانت بہم پہنچا دینی چاہیے، نیز یہ یقین دلا دینا چاہیے کہ مستبدانہ اقدامات کا دور اب ختم کیا جا تا ہے اور قانون کو ایک بالادست طاقت کی حیثیت دی جاتی ہے۔ (باقی)

لیکن دوسری طرف علامہ ابن تیمیہ نے "الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول" کے نام سے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ زاد المعاد، تاریخ الخلفاء، عون المعبود، نیل الاوطار جیسی کتابوں میں علمائے سلف کے دلائل آپ کی رائے کے خلاف ہیں۔ یہاں ایک حدیث کی طرف بھی توجہ دلاتا ہوں: عن علیؓ ان یہودیۃ کانت تشتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتقع فیہ فخنقھا رجل حتی ماتت فابطل النبی صلی اللہ علیہ وسلم دمھا۔ حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ ایک یہودیہ نبی صلعم کے خلاف بدزبانی کرتی تھی اور آپ پر باتیں چھانٹتی رہتی تھی۔ ایک شخص نے اس کا گلا گھونٹا، یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ نبی صلعم نے اس کے خون کو رائگاں قرار دے دیا[1] (ابوداؤد - ملاحظہ ہو مشکوٰۃ: باب قتل اہل الردۃ والافساد ص ۳۰۷)

ضمناً یہ بھی بیان کر دوں کہ یہاں کے ایک مقامی عالم نے اخبار اہل حدیث (سوہدرہ) میں آپ کی اس رائے کے خلاف ایک مضمون بعنوان "مولانا مودودی کی ایک غلطی" شائع کیا ہے اور اس میں متعدد احادیث اور علماء کے فتاویٰ درج کیے ہیں۔

جواب[2]:- یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس میں آپ یا دوسرے حضرات جو رائے بھی رکھتے ہوں رکھیں، اور اپنے دلائل بیان کریں[3]۔ دوسری طرف بھی علماء کا ایک بڑا گروہ ہے اور اس کے پاس بھی دلائل ہیں۔ اصل اختلاف اس بات میں نہیں ہے کہ جزیہ نہ دینا، یا سبّ نبی صلعم یا ہتک مسلمات قانونی جرم مستلزم سزا ہیں یا نہیں، بلکہ اس

[1] اس روایت کے سلسلے میں غور طلب امر یہ ہے کہ آنحضور صلعم نے کیا اس شخص کے فعل کو فوری اور غیر معمولی اشتعال پہ مبنی قرار دیا تھا یا فی نفسہٖ ہر شہری کا یہ حق تسلیم کیا تھا کہ وہ جسے شتم کا مرتکب دیکھے فوراً اس کا خاتمہ کر دے؟ (ن ص)

[2] واضح رہے کہ یہ سوال مولانا مودودی کے پاس ملتان جیل میں پہنچا تھا اور اس کا جواب مولانا نے کسی ملاقات میں سلطان محمود صاحب (دفتر جماعت اسلامی، ملتان) کو نوٹ کرا دیا تھا جسے بعد میں سلطان محمود صاحب نے سائل کو لکھ بھیجا تھا۔

[3] تحریروں اور گفتگوؤں میں بار بار کا دُہرایا ہوا یہ فقرہ اختلافی امور کے بارے میں مولانا مودودی کے ذہن کی پوری پوری ترجمانی کرتا ہے۔ آپ نے دوسروں کے لیے اختلاف کرنے کا حق ہمیشہ بڑی فراخ دلی سے مانا ہے اور برابر کوشش کی ہے کہ اختلافی امور میں ہی وسعتِ ظرف ہمارے مکاتبِ خیال کے درمیان پیدا ہو جائے، لیکن کچھ لوگ اختلاف پر تکفیر و تفسیق اور معرکہ آرائی کے ویرانے پر جانے پر تیار نہیں ہوتے۔ چاہیے کہ لوگ ان دونوں طریقوں کو بالمقابل رکھ کر جانچیں کہ امت کی خیر و فلاح کس میں ہے۔ (ن ص)